حافظ علیها حفظ دینه ومن ضیعها فهو لما سواها اضیع (رواہ مالک باب وقوت الصلوٰۃ)

اس سے معلوم ہوا کہ بے نماز لیڈر سے دین و ملت کی کسی قسم کی بہتری کی توقع کرنا فضول ہے۔ گو بظاہر ایسا نظر آئے کہ ترقی ہو رہی ہے لیکن انجام کار پوری قوم اپنی روایات سے اجنبی اور اپنے مرکزی محور سے بہت دور جا پڑے گی۔ ہو سکتا ہے کہ غیر مسلموں کی طرح وہ بھی ملک اور قوم کی دنیا بنا ڈالیں لیکن ایک مسلم کی حیثیت سے ان سے دین و ملت کو فروغ نصیب ہو مشکل ہے۔ جیسا کہ اب تک ان ظالموں کو برداشت کرنے کی سزا ہم پا رہے ہیں کہ گو ہم جیتے ہیں لیکن ایک مسلم کی حیثیت سے بالکل نہیں — بالکل نہیں! حالانکہ ہمارا معیار یہی ہے اور صرف یہی۔

(ج) **کیا اسلام پرانا ہو گیا ہے۔** اسلام ازلی اور ابدی ہے۔ ایسی شے کبھی بھی کہنہ نہیں ہوتی۔ اسلام اور اس کا نظام آج بھی ایسا ہی فطری اور توانا ہے جیسا کہ وہ روزِ اول تھا۔

باقی رہی مسلم کی نکبت، ادبار اور تنزلی؟ سو وہ اس لیے نہیں کہ، مسلمان حامل اسلام تھے، اس لیے ان کو یہ سزا ملی۔ حقیقت یہ ہے کہ بقول جارج برنارڈ شا: عیسائیوں نے عیسائیت چھوڑی تو ترقی کی اور مسلمانوں نے "اسلام" کو چھوڑا تو وہ پستی اور تنزل کے گڑھے میں گرے۔ اسلام کو اپنانے کی بنا پر تنزل ہوتا تو کہہ سکتے تھے کہ اسلام لے ڈوبا، حالانکہ یہاں معاملہ ہی اس کے برعکس ہے۔ اصل میں اسلام کے سلسلے میں غفلت ہی ہمیں لے ڈوبی ہے۔

اصل میں یہ غلط فہمی، اسلام نافہمی سے پیدا ہوئی ہے، یار دوستوں نے اسلام کا مفہوم، عام پوجا پاٹ اور نعرہ تصور کر لیا ہے، اس لیے وہ سمجھنے لگے ہیں کہ، جب اسلام کے نام پر جلسے ہوتے ہیں، وعظ ہوتے ہیں اور کچھ لوگ کچھ درود وظیفے اور عبادتیں بھی کر لیتے ہیں تو پھر مسلمان نے ترقی کیوں نہ کی اور اسلام نے ان کو فرش سے اٹھا کر عرش پر کیوں نہ پہنچا دیا؟

حالانکہ یہ اسلام کا بالکل عجمی مفہوم ہے جو عموماً ایک مذہب کے بارے میں فرض کر لیا جاتا ہے۔ اسلام کا اسلامی اور قرآنی مفہوم اس سے قطعی مختلف ہے۔

اسلام کا قرآنی مفہوم یہ ہے کہ پورے حضورِ قلب کے ساتھ اپنا پورا رخ اپنے اللہ کی طرف کر لیا جائے اور پھر تا آخر اسی کے ہو رہیں۔

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ (پ۔ بقرہ۔ ع)

واقعی بات تو یہ ہے کہ جس نے خدا کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا اور پورے حضورِ قلب کے ساتھ۔

کیونکہ الٰہ (سچا خدا) صرف ایک ہے، اس لیے تم بھی صرف اسی کے ہو رہو!

فَإِلٰهُكُمْ إِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗ أَسْلِمُوْا (پ ۱۷۔ الحج ع ۵)

جیسے ابراہیم خلیل اللہ کا طریقہ تھا۔

وَاتَّبَعَ مِلَّةَ إِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا (پ ۵۔ النساء ع ۱۸)

اور اس نے حضرت ابراہیم کے طریقے کا اتباع کیا جو سرتاپا حنیف تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ اور نعرہ یہ تھا۔

إِنِّيْ وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَا أَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ۔
(پ ۷۔ الانعام ع ۹)

(حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کہا) میں نے تو ایک ہی کا ہو کر اپنا رُخ صرف اسی (ذات پاک) کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور (یقین کیجیے) میں "ہرجائی" (مشرکوں میں سے) نہیں ہوں۔

جب یہ سٹیج آئی تو رب نے بھی آپ کو اپنا "دوست اور یار" بنا لیا۔
وَاتَّخَذَ اللّٰهُ إِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا (پ ۵۔ النساء ع ۱۸)

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لوگوں سے فرما دیجیے کہ اگر میرے طریقے اور طرز حیات پر تمہارا دل نہیں جمتا تو نہ سہی، میں تو بہر حال تمہارے باطل معبودوں کے پیچھے چلنے سے رہا۔ میں تو صرف اس کا غلام رہوں گا جس کے قبضے میں تمہاری جان ہے، مجھے تو حکم ہوا ہے کہ میں اس کے ماننے والوں میں سے ہو رہوں اور دین حنیف پر قائم رہوں، ہرجائی نہ بنوں اور نہ ہی اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کے سامنے ہاتھ پھیلاؤں۔

قُلْ يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ أَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ أَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ وَأُمِرْتُ أَنْ أَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَأَنْ أَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ه وَلَا تَدْعُ مِنَ اللّٰهِ الآية (پ ۱۱۔ یونس ع ۱۱)

چنانچہ مسلمانوں سے فرمایا:

أَنِيْبُوْا إِلٰى رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوْا لَهٗ (پ ۲۴۔ زمر۔ ع ۶)

اپنے رب کی طرف رجوع ہو جاؤ اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دو۔

تو جو (یوں) مسلمان ہو گیا (بس) اس نے سیدھا رستہ ڈھونڈھ نکالا۔

فَمَنْ أَسْلَمَ فَأُولٰٓئِكَ تَحَرَّوْا رَشَدًا (پ ۲۹۔ الجن ع ۱)

اس کے لیے پھر دونوں جہانوں میں خطرے والی کوئی بات نہیں۔

فَلَهٗ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (پ۱ ۔ بقرہ ع۱۳)

جس نے یوں رب اور رسول کی اطاعت نہ کی تو پھر ان کے لیے چاروں طرف آگ ہی آگ ہے۔

مَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ (پ۲۹ ۔ الجن ع۱)

نیز فرمایا کہ دنیا کی زندگی بھی شکنجہ میں رہے گی۔

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا (پ۱۶ ۔ طٰہٰ ع)

یہ ہے وہ اسلام جس کے حامل سدا اگر دن فراز اور اوج ثریا پر فائز رہ سکتے ہیں۔ کیا آج کا مسلمان بھی اسی اسلام کا حامل ہے؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں ہے تو پھر ان نتائج کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے جو صرف "مسلم حنیف" کے لیے مخصوص اور موعود ہیں۔

تسلی رکھیے! اللہ تعالیٰ کو تمہیں دکھ دینے سے کوئی دلچسپی نہیں۔ اگر اب بھی تم اس کے ممنون ہو رہو تو وہ اب بھی بڑا قدر دان ہے، سینہ سے لگا لے گا۔

مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا (پ۶ ۔ النساء ع۲۱)

باقی رہے ہمارے یہ نعرے، جلسے جلوس اور چند اسلامی رسومات کی پابندی؟ سو پہلے تو وہ "آدھا تیتر آدھا بٹیر" کا نمونہ ہے، یعنی دھوبی کا کتا گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اس کے علاوہ، وہ بھی پورے حضورِ قلب کے ساتھ نہیں ہو رہا، بلکہ اس کا سارا رنگ "ذہنی تعیش" کا رنگ ہے۔ اس لیے آپ نے ملاحظہ فرمایا ہو گا کہ اسلام کے نام کے جس کام میں "رونق میلے" ہوں گے وہاں بچے سے لے کر بوڑھے تک سب سرگرم نظر آئیں گے اور جہاں "نمائش" کے یہ مواقع یا استحصال کے امکانات کم ہو جاتے ہیں وہاں "اسلام کا رخ زیبا" لے کر بھی نکلیں گے تو آپ کو ایک بھی "رفیقِ سفر" نظر نہیں آئے گا، خاص کر وہ تنہائیاں جہاں رب سے مناجات ہوتی ہے اور ایک "مسلم حنیف" کی تخلیق اور تعمیر بھی ممکن ہوتی ہے، آپ کو بہرحال ویران اور سنسان نظر آئیں گی، کیونکہ اصل مرض یہ ہے کہ ان کو خدا نہیں چاہیے، نقد چاہیے، فردا کا انتظار کون کرے؟ اس لیے قصور اسلام کا نہیں، نام لیواؤں کا ہے کہ انھوں نے اسلام کی شرم نہیں رکھی اور اسلام کے پیچھے چلنے کے بجائے اسلام سے توقع کرتے ہیں کہ وہ اب ان کے پیچھے چلے ــــ ظاہر ہے کہ اس صورت میں نتیجہ وہی برآمد ہو سکتا ہے جس کا آپ آج شکوہ کر رہے ہیں۔ جواب شکوہ کے یہ چند بند آپ بھی ایک دفعہ مکرر پڑھ لیں، شاید ایمان تازہ ہو جائے۔

ہاتھ بے زور ہیں الحاد سے دل خوگر ہیں امتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں

بت شکن اٹھ گئے، باقی جو رہے بت گر ہیں   تھا براہیم پدر اور پسر آذر ہیں
بادہ آشام نئے بادہ نیا خم بھی نئے
حرمِ کعبہ نیا، بت بھی نئے، تم بھی نئے

کون ہے تارکِ آئینِ رسولِ مختار؟   مصلحت وقت کی ہے کس کے عمل کا معیار
کس کی آنکھوں میں سمایا ہے شعارِ اغیار   ہو گئی کس کی نگہ طرزِ اسلاف سے بیزار
قلب میں سوز نہیں، روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغامِ محمد کا تمھیں پاس نہیں

شور ہے، ہو گئے دنیا سے مسلماں نابود   ہم یہ کہتے ہیں کہ تھے بھی کہیں مسلم موجود
وضع میں تم ہو نصاریٰ تو تمدن میں ہنود   یہ مسلماں ہیں! جنھیں دیکھ کے شرمائیں یہود
یوں تو سیّد بھی ہو، مرزا بھی ہو، افغان بھی ہو
تم سبھی کچھ ہو، بتاؤ تو مسلمان بھی ہو؟

ہر کوئی مستِ مئے ذوقِ تن آسانی ہے   تم مسلمان ہو؟ یہ اندازِ مسلمانی ہے
حیدری فقر ہے نے دولتِ عثمانی ہے   تم کو اسلاف سے کیا نسبتِ روحانی ہے
وہ معزز تھے زمانے میں مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

لیکن گھبرانے کی کوئی بات نہیں، بگڑی اب بھی بن سکتی ہے ؎
آج بھی ہو جو براہیم کا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

یقین کیجیے!

عقل ہے تیری سپر، عشق ہے شمشیر تری   میرے درویش! خلافت ہے جہانگیر تری
ماسوا اللہ کے لیے آگ ہے تکبیر تری   تو مسلماں ہو تو تقدیر ہے تدبیر تری
کی محمدؐ سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں